حمد

سورہ نمبر 01

تنزیلی نمبر 05

آیات 07

پارہ 01

مکی

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

سورہ حمد

شانِ نزول

📖 یہ سورہ قرآن کریم کا افتتاحیہ اور دیباچہ ہے۔ اہل تحقیق کے نزدیک قرآنی سورتوں کے نام توقیفی ہیں یعنی خود رسول کریم (ص) نے بحکم خدا ان کے نام متعین فرمائے ہیں ۔اس سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ قرآن عہد رسالت مآب (ص) میں ہی کتابی شکل میں مدون ہو چکا تھا، جس کا افتتاحیہ سورۂ فاتحہ تھا۔ چنانچہ حدیث کے مطابق اس سورے کو فَاتِحَۃُ الْکِتَابِ ”کتاب کا افتتاحیہ“ کہا جاتا ہے۔ (کوثر)

📖 مقام نزول:سورۂ حجرمیں ارشاد ہوتا ہے:

وَ لَقَدۡ اٰتَیۡنٰکَ سَبۡعًا مِّنَ الۡمَثَانِیۡ وَ الۡقُرۡاٰنَ الۡعَظِیۡمَ﴿۸۷﴾ (۱۵ حجر: ۸۷)

اور بتحقیق ہم نے آپ کو (بار بار) دہرائی جانے والی سات (آیات) اور عظیم قرآن عطا کیا ہے۔

سبع مثانی سے مراد بالاتفاق سورۂ حمد ہے اور اس بات پر بھی تمام مفسرین متفق ہیں کہ سورۂ حجر مکی ہے۔ بنابریں سورۂ حمد بھی مکی ہے۔ البتہ بعض کے نزدیک یہ سورہ مدینہ میں نازل ہوا۔ (کوثر)

فضیلت و تعارف سورہ فاتحہ

📖 فضیلت :سورۂ فاتحہ کی فضیلت کے لیے یہی بات کافی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے پورے قرآن کا ہم پلہ قرار دیا ہے۔

مروی ہے کہ امام حسن عسکری علیہ السلام نے اپنے آباء طاہرین کے ذریعے سے حضرت علی علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپ (ع)نے فرمایا:

بِسمِ اللّٰہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیمِ فاتحۃ الکتاب کی آیات میں شامل ہے اور یہ سورہ سات آیات پر مشتمل ہے جو بِسمِ اللّٰہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیمِ سے مکمل ہوتا ہے۔ میں نے رسول خدا (ص) کو یہ فرماتے سنا ہے:

اِنَّ اللہَ عز و جل قَالَ لِیْ: یَا مُحَمدا! " وَ لَقَد آتَیْنَاکَ سَبْعًا مِنَ الْمَثَانِی وَ الْقُرْآنَ الْعَظِیْمَ" فَأفْرَدَ الْاِمْتِنَانَ عَلَیَّ بِفَاتِحَۃِ الْکِتَابِ وَ جَعَلَھَا بِاِزَائِ الْقُرْآنِ الْعَظِیْمِ وَ إنَّ فَاتِحَۃَ الْکِتَابِ اَشْرَفُ مَا فِیْ کُنُوْزِ الْعَرْشِ ۔(البیان للامام الخوئی اردو ترجمہ ص ۴۱۸۔ امالی للصدوق ص ۱۷۵ ۔ عیون اخبار الرضا ج ۱ ص ۳۰۲ ۔)

اللہ تعالیٰ نے مجھ سے فرمایا: اے محمد (ص) ! بتحقیق ہم نے آپؐ کو سبع مثانی اور قرآن عظیم عطا کیا ہے۔ پس اللہ نے مجھے فاتحۃ الکتاب عنایت کرنے کے احسان کا علیحدہ ذکر فرمایا اور اسے قرآن کا ہم پلہ قرار دیا۔ بے شک فاتحۃ الکتاب عرش کے خزانوں کی سب سے انمول چیزہے۔ (کوثر)

📖 الخصال میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ آپ نے فرمایا:

ابلیس کی چار مرتبہ چیخییں بلند ہوئیں:

1. جس دن اس پر لعنت کی گئی۔
2. جس دن اسے زمین پر اتارا گیا۔
3. جب رسولوں کے وقفہ کے بعد محمد مصطفٰی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مبعوث کیا گیا۔
4. جب اُم الکتاب (سورہ فاتحہ) نازل کی گئی۔ (تفسیر نورالثقلین)

📖 آیت سے مراد " نشانی" ہے۔ قرآن مجید کی ہر آیت مضمون اور اسلوب کے لحاظ سے اللہ کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے۔ اسی لیے اسے آیت کہا گیا ہے۔ (کوثر)

📖 قرآنی ابواب کو "سورہ" کا نام دیا گیا، جس کا معنی ہے"بلند منزلت"، کیونکہ ہر قرآنی باب نہایت بلند پایہ مضامین پر مشتمل ہے۔

سورہ کا ایک اور معنی فصیل شہر ہے۔ گویا قرآنی مضامین، ہر قسم کے تحریفی خطرات سے محفوظ ایک شہر پناہ کے احاطے میں ہیں۔ (کوثر)

📖 اس سورۃ مبارکہ کو اُمّ القرآن بھی کہا گیا ہے اور اساس القرآن بھی۔ یعنی یہ پورے قرآن کے لیے جڑ ' بنیاد اور اساس کی حیثیت

رکھتی ہے۔ یہ الفاتحہ کس اعتبار ســـے ہے ؟ فَتَحَ يَفْتَحُ کے معنی ہیں کھولنا۔ چونکہ قرآن حکیم شروع اس سورت سے ہوتا ہے لہٰذا یہ "سورۃ الفاتحہ The Opening Surah of the Quran "ہے۔ اس کا ایک نام "الکافیہ" یعنی کفایت کرنے والی ہے ' جبکہ ایک نام "الشـافیہ" یعنی شـفا دینے والی ہے۔ دوسـری بات یہ نوٹ کیجیے کہ یہ ســورۃ مبارکہ پہلی مکمل ســورت ہے جو رســول اللہ ﷺ پر نازل ہوئی ہے۔ اس سـے پہلے متفرق آیات نازل ہوئیں۔ سـب سـے پہلے سـورۃ العلق کی پانچ آیتیں ' پھر سـورۃ نٓ یا سـورۃ القلم کی سات آیتیں ' پھر سـورۃ المزمل کی نو آیتیں ' پھر سـورۃ المدثر کی ســات آیتیں اور پھر ســورۃ الفاتحہ کی ســات آیتیں نازل ہوئیں۔ لیکن یہ پہلی مکمل سورت ہے جو نازل ہوئی ہے رسول اللہ ﷺ پر۔ سـورۃ الحجر میں ایک آیت بایں الفاظ آئی ہے : وَلَقَدْ اٰتَيْنٰكَ سَبْعًا مِّنَ الْمَثَانِیْ وَالْقُرْاٰنَ الْعَظِيْمَ "ہم نے اے نبی ﷺ آپ ﷺ ' کو ســات ایسـی آیات عطا کی ہیں جو بار بار پڑھی جاتی ہیں اور عظمت والا قرآن۔" (بیان القرآن/اسرار احمد)

📖 پیامبر اکرمﷺ کی طرف ســـے اس ســـورت کا نام "فاتحۃ الکتاب" رکھے جانے ســـے یہ معلوم ہوتا ہے کہ رســـول خدا کے زمانے میں تمام آیات قرآن کی جمع آوری ہوکر کتاب کی شـــکل دی جاچکی تھی۔ آپ کے حکم سـے اس سـورت کو آغاز میں اور قرآن پاک کے شروع میں رکھا گیا۔ (تفسیر نور، بحوالہ عیون الخباررضا)

اسلوبِ دعا

📖 اس سورۃ مبارکہ کا اسلوب کیا ہے؟ یہ بہت اہم اور سمجھنے کی بات ہے۔ ویسے تو یہ کلام اللہ ہے' لیکن اس کا اسلوب دعائیہ ہے۔ یہ دعا اللہ نے ہمیں تلقین فرمائی ہے کہ مجھ سے اس طرح مخاطب ہوا کرو ' جب میرے حضور میں حاضر ہو تو یہ کہا کرو۔ واقعہ یہ ہے کہ اسی بنا پر قرآن مجید کی اس سورت کو نماز کا جزو لازم قرار دیا گیا ہے ' بلکہ سورۃ الفاتحہ ہی کو حدیث میں ”الصَّلاۃ“ کہا گیا ہے' یعنی اصل نماز سورۃ الفاتحہ ہے۔ باقی اضافی چیزیں ہیں ' تسبیحات ہیں ' رکوع و سجود ہیں ' قرآن مجید کا کچھ حصہ آپ اور بھی پڑھ لیتے ہیں۔ حضرت عبادہ بن صامت رض سے مروی متفق علیہ حدیث ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا : لاَ صَلَاۃَ لِمَنْ لَّمْ یَقْرَأْ بِفَاتِحَۃِ الْکِتَابِ 2 یعنی جو شخص نماز میں سورۃ الفاتحہ نہیں پڑھتا اس کی کوئی نماز نہیں ہے۔ اس کے علاوہ اور بھی بہت سی احادیث میں یہ مضمون آیا ہے۔ (اسرار احمد)

📖 غور کرنے سے سمجھ میں آتا ہے کہ سب سے پہلے "اقراء" کی ابتدائی پانچ آیتیں نازل ہوئیں، جن میں رسول کو کچھ پڑھنے کی ہدایت ہوئی ہے۔ اب اس کے بعد پڑھا کیا جائے؟ اس کی تعلیم کیلئے بوحی خاص رسول پر سورہ حمد اتارا گیا کہ اس کی قرات کی جائے۔

... قرآن مجید کا جزو ہے مگر یہ بطورِ کلامِ الٰہی اتارا نہیں گیا ہے بلکہ بطور تعلیمِ رســول اور امتِ رســول کی قرات اور اللہ کی بارگاہ میں عرض داشت پیش کرنے کے لئے اترا گیا ہے.
اور جس طرح "قل رب زدنی علما" کہیے کہ ایے میرے پروردگار میرے علم میں اضافہ فرما، اس میں شروع کا لفظ "قل" جس کا ترجمہ ہوا "کہیے" دعائے عبد کو کلامِ معبود میں منسلک کرتا ہے، اسی طرح سورہ حمد کے پہلے "اقرا" (پڑھیے) اس سورہ کو کلام الٰہی میں منسلک کرنے کا ذریعہ ہے. (فصل الخطاب)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ﴿۱﴾

اللہ کے نام سے جو رحمان و رحیم ہے۔
(اسرار احمد)

(النمل، 27:30)
إِنَّهُۥ مِن سُلَيۡمَـٰنَ وَإِنَّهُۥ بِسۡمِ ٱللَّهِ ٱلرَّحۡمَـٰنِ ٱلرَّحِيمِ
"یہ خط سلیمان کی طرف سے ہے، اور یقیناً یہ شروع ہوتا ہے اللہ کے نام سے، جو نہایت مہربان، رحم کرنے والا ہے۔"

🕮 حضرت نوح (ع) نے کشتی میں سوار ہوتے وقت فرمایا :بِسمِ اللّٰہِ مَجرٖیہَا وَ مُرسٰیہَا (۱۱ ہود : ۴۱) حضرت سلیمان (ع) نے ملکہ سبا کے نام اپنے خط کی ابتدا بسم اللہ سے کی :اِنَّہ مِن سُلَیمٰنَ وَ اِنَّہ بِسمِ اللّٰہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیمِ (۲۷ نمل : ۳۰) حضرت خاتم الانبیاء (ص) پرجب پہلی بار وحی نازل ہوئی تو اسم خدا سے آغاز کرنے کاحکم ہوا :اِقرَا بِاسمِ رَبِّکَ الَّذِی خَلَقَ ۔ (۹۶ علق: ۱) (کوثر)

🕮 امام محمد باقر علیہ السلام سے مروی ہے:
بِسمِ اللّٰہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیمِ اَقْرَبُ اِلَی اِسْمِ اللّٰہِ الْاَعْظَمِ مِنْ سَوَادِ الْعَیْنِ اِلَی بَیَاضِھَا (بحار الانوار ۷۵ :۳۷۱ باب ۲۹ خ ۶۱۔ کشف الغمہ ۲: ۴۳۰۔ التہذیب باب ۱۵ ص ۲۸۹ سَوَادِ کی بجائے نَاظِرِ ہے۔)

⇦ بِسمِ اللّٰہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیمِ اللہ تعالیٰ کے اسم اعظم سے اتنی نزدیک ہے جتنی آنکھ کی سیاہی اس کی سفیدی سے قریب ہے۔
(کوثر)

📖 اس بات پر آئمہ اہل بیت علیہم السلام کا اجماع ہے کہ بِسمِ اللّٰہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیمِ جزو سورہ ہے۔ مکہ اور کوفہ کے فقہاء اور امام شافعی کا نظریہ بھی یہی ہے۔ عہد رسالت میں بتواتر ہر سورہ کے ساتھ بِسمِ اللّٰہِ کی تلاوت ہوتی رہی اور سب مسلمانوں کی سیرت یہ رہی ہے کہ سورۂ برائت کے علاوہ باقی تمام سورتوں کی ابتدا میں وہ بِسمِ اللّٰہِ کی تلاوت کرتے آئے ہیں۔ تمام اصحاب و تابعین کے مصاحف میں بِسمِ اللّٰہِ درج تھی... (کوثر)

📖 معاویہ اوراموی حکام نے قرآن سے بِسمِ اللّٰہِ کو حذف کیا، لیکن ان کے مصلحت کوش پیروکاروں نے اسے ترک تو نہیں کیا، مگر آہستہ ضرور پڑھا، حالانکہ قرآن کی تمام سورتوں میں بِسمِ اللّٰہِ کے ایک الگ آیت شمار ہونے پر متعدد احادیث موجو د ہیں:

۱ ۔ عن طلحہ بن عبید اللّٰہ قال: قال رسول اللّٰہ(ص): مَنْ تَرَک بِسمِ اللّٰہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیمِ فَقَدْ تَرَکَ آیَۃً مِنْ کتٰابِ اللّٰہ ۔ (الدر المنثور۱ : ۲۷ ۔ تذکرۃ الحفاظ ۹۰ ۔ تقریب التہذیب ۱ : ۳۷۹)

طلحہ بن عبید اللہ راوی ہیں کہ رسول اللہ (ص) نے فرمایا: جس نے بِسمِ اللّٰہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیمِ کو ترک کیا، اس نے قرآن کی ایک آیت ترک کی۔ (کوثر)

📖 ۱۔ ابو ہریرہ راوی ہیں:

قَالَ رَسُولُ اللہِ: ثم عَلَّمَنِی جِبْرائِیْلُ الصَّلَوۃَ فَقَامَ فَکَبَّرَ لنا ثمَّ قَرَأَ بِسْمِ اللہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ فِیْمَا یُجْھَرُ بِہِ فِی کُلِّ رَکْعَۃٍ ۔ (سنن الدار قطنی ۱ : ۳۰۷۔ اسد الغابہ ۲ :۲۲ تقریب التہذیب ۲ :۳۰۳)

رسول اللہ (ص) نے فرمایا: جبرئیل نے مجھے نماز سکھائی۔ پس وہ کھڑے ہوئے، تکبیر کہی تاکہ اقتداء کی جائے، بِسمِ اللّٰہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیمِ ہر رکعت میں بالجہر پڑھی۔ (کوثر)

📖 تفسیر قرطبی میں امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے "بسم اللہ تمام سورتوں کا تاج ہے۔"
صرف سورۃ برائت (سورہ توبہ) میں بسم اللہ نہیں ہے۔ حضرت علی علیہ السلام کا فرمان کے مطابق سورہ توبہ کے اول میں بسم اللہ اس لیے نہیں ہے کہ وہ امان و رحمت کا کلمہ ہے اور یہ کفار و مشرکین سے برائت، نفرت اور دشمنی کے اظہار سے مطابقت نہیں رکھتا۔ (تفسیر نور بحولہ مجمع البیان و تفسیر کشاف)

استعاذہ کا بیان

📖 ارشادِ قدرت ہے :
فَاِذَا قَرَاۡتَ الۡقُرۡاٰنَ فَاسۡتَعِذۡ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيۡطٰنِ الرَّجِيۡمِ ۹۸ (نحل، 16:98)
(پھر جب تم قرآن پڑھنے لگو تو شیطان رجیم سے خدا کی پناہ مانگ لیا کرو۔)
اس لئے باتفاق تمام اہلِ اسلام نماز وغیرہ میں تلاوت قرآن سے پہلے "اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم" یا "اعوذ باللہ السمیع العلیم من الشیطان الرجیم" کا پڑھنا سنت موکدہ ہے۔ اس کے بعد بسم اللہ پڑھی جائے گی۔

مخفی نہ رہے کہ یہ استعاذہ اور بسم اللہ دونوں اکٹھا پڑھنے کا استحباب صرف تلاوت قرآن کے ساتھ مختص ہے، اسکے علاوہ دوسرے تمام کاموں کے اغاز میں صرف بسم اللہ کا پڑھنا کافی ہے۔ (فیضان الرحمٰن)

- ✎ **اس بات سے ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے شیطان کا سارا زور صرف قرآن کی تلاوت کرنے، پڑھنے، سمجھنے، غور و فکر کرنے اور عمل کرنے پر مرکوز ہے۔**
آگے "صراط المسقیم" کے ضمن میں یہ بات آئے گی کہ شیطان نے کہا تھا کہ "میں صراط المستقیم پر بیٹھوں گا۔"
آج کے دور میں خصوصا اس صراط المستقیم سے مراد "قرآن المجید" تو لازمی ہے، کہ جیسا کہ آیت 16:98 تلقین کرتی ہے کہ جب قرآن پڑھو تو اللہ سے پناہ مانگ لیا کرو شیطانِ رجیم سے۔

ب

- 🕮 **"بِ" :بِسمِ اللّٰہِ میں باء "استعانت" کے معنی میں ہے۔ یعنی میں سہارا اور مدد لیتا ہوں اللہ کے نام سے۔**
اولاً تو لفظ اللہ ہی اسم اعظم ہونے کے اعتبار سے بہت بڑا سہارا ہے۔ ثانیاً اسم سے مراد مسمی ہوتا ہے۔ جیسے سَبِّحِ اسمَ رَبِّکَ ... (۸۷ اعلیٰ : ۱) میں نام خدا کی نہیں بلکہ ذات خدا کی تسبیح مراد ہے ۔(کوثر)

📖 حرف باء عربی زبان میں متعدد معنوں میں اســتعمال ہوتا ہے، یہاں تین معنی مراد لئے جاسکتے ہیں۔

1. استعانت = یعنی کسے سے مدد حاصل کرنا۔
2. مصاحبت = یعنی کسی کا کسی کے ساتھ ہونا۔
3. تبرک = یعنی کسے سے برکت حاصل کرنا۔

مذکورہ بالا تین معنوں کے لحاظ سے "بسم اللہ" کے بالترتیب یہ معنٰی ہوں گے۔

1. اللہ کے نام کی مدد سے۔
2. اللہ کے نام کے ساتھ۔
3. اللہ کے نام کی برکت سے

(شروع کرتا ہوں)، (ابتداء کرتا ہوں)، (پڑھتا ہوں)۔
اس طرح ارشادِ قدرت ہے۔ "اقراء باسم ربک"
(فیضان الرحمٰن)

اسم

📖 "اســم" کے معنی ہیں 'نام"، مگر تحقیق یہ ہے کہ 'بســم اللہ' کا مطلب صــرف یہ ہے کہ بندہ اللہ ســے مدد حاصــل کرنا چاہتا ہے، اسم کا لفظ مقامِ تعبیر میں اس محاورہ کے مطابق لایا گیا ہے کہ کســی بلند ذات کے متعلق جب کوئی کلام کیا جائے تو یہ کچھ ادب کے خلاف محســوس ہوتا ہے کہ بے دھڑک کســی امر کو خود اُس کی طرف منســوب کیا جائے (یعنی ڈائریکٹ نام لیا جائے)،

بلکہ اس سے قریبی تعلق رکھنے ولی کسی چیز کو واسطہ بنایا جاتا ہے "جناب" اور "حضرت" اور "سرکار" اس قسم کے الفاظ کیاضافت کسی بڑے نام کے ساتھ اسی لئے ہوتی ہے۔ (فصل الخطاب)

اللہ

📖 "اللہ" : اس لفظ کا ترجمہ بھی کسی دوسری زبان میں ممکن نہیں ہے، "خدا" یا "God" اس طرح کے تمام لفظ جو دوسری زبانوں میں استعمال ہوتے ہیں وہ اسمائے صفات کی جگہ پر تو لائے جا سکتے ہیں مگر لفظ "اللہ" کے قائم مقام ہرگز نہیں ہوسکتے۔ (فصل الخطاب)

📖 کتاب التوحید میں حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام سے منقول ہے:
"اللہ اس ذات کو کہا جاتا ہے جس کی طرف تمام مخلوق اپنی حاجات کے لیے رجوع کرے اور جب دنیا کے تمام سہارے اور وسیلے ٹوٹ جائیں اور تمام اسباب منقطع ہوجائیں تو اس عالم میں جس ذات کی طرف رجوع کیا جائے اسے "اللہ" کہا جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بندہ جب "بسم اللہ" کہتا ہے تو اس کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ میں اپنے تمام امور اللہ سے مدد چاہتا ہوں، جس کے علاوہ کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے۔ جب اس سے استغاثہ کیا

جائے تو وہ مدد کرتا ہے اور جب اسے پکارا جائے تو وہ جواب دیتا ہے۔ (نورالثقلین)

📖 اسم "اللہ" کے تین معنی ہیں۔ تفصیل سے صرف نظر کرتے ہوئے عرض کر رہا ہوں کہ عوام کے نزدیک اللہ سے مراد حاجت روا ہے' جس کی طرف انسان تکلیف اور مصیبت میں' مشکلات میں' رزق کے لیے اور اپنی دیگر حاجات کے لیے رجوع کرتا ہے۔ "اللہ" کا ایک اور مفہوم یہ ہے کہ وہ ہستی جو انسان کو سب سے زیادہ محبوب ہو وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ یہ صوفیاء کرام کا تصوّر ہے۔ اور ایک ہے فلاسفہ کا تصوّر کہ "اللہ" وہ ہستی ہے جس کی کنہ سے کوئی واقف نہیں ہوسکتا ' اس کے بارے میں غور وفکر سے سوائے تحیّر کے اور کچھ حاصل نہیں ہوسکتا۔ تو اس مادّہ "ا ل ھ" یا "و ل ھ" کے اندر تین معانی ہیں

1 وہ ہستی کہ جس کی طرف اپنی تکلیف و مصیبت کے رفع کرنے کے لیے اور اپنی ضروریات پوری کرانے کے لیے رجوع کیا جائے۔

2 وہ ہستی جس سے انتہائی محبت ہو۔

3 جس کی ہستی کا ادراک ممکن نہیں' جس کی کنہ ہمارے فہم اور ہمارے تصوّر سے ماوراء ' وراء الوراء ' ثم وراء الوراء ہے۔
(اسرار احمد)

📖 **قرآن نے بھی اسی لفظ کو بطورِ اسم ذات اختیار کیا ہے اور باقی تمام صفات کو اس کی طرف نسبت دی ہے:**

وَلِلّٰهِ الۡاَسۡمَآءُ الۡحُسۡنٰى فَادۡعُوۡهُ بِهَا (اعراف، **7:180**)
اور اللہ کے لیے ہیں سب اچھے نام پس انھیں سے اس کو پکارو۔
(فیضان الرحمٰن)

📖 **صفوان بن جمال کا بیان ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:**
"اللہ نے آسمان سے جو بھی کتاب نازل کی تو اس کا سرنامہ "بسم اللہ الرحمٰن الرحیم" کو قرار دیا جو جب بسملہ نازل ہوتی تھی تو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک سورۃ ختم ہوچکا ہے اور دوسرا سورہ شروع ہورہا ہے۔ " (نورالثقلین)

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰهِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ ﴿۲﴾

سب تعریفیں اللہ ہی کے لیے جو عالمین کا رب ہے۔

(اظھر)

(الأنعام، 6:45)
وَٱلْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ ٱلْعَـٰلَمِينَ
"اور تمام تعریف اللہ ہی کے لیے ہے، جو تمام جہانوں کا رب ہے۔"

(الصافات، 37:182)
وَٱلْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ ٱلْعَـٰلَمِينَ
"اور تمام تعریف اللہ کے لیے ہے، جو رب ہے تمام جہانوں کا۔"

(الزمر، 39:75)
وَقِيلَ ٱلْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ ٱلْعَـٰلَمِينَ
"(آخرت میں) کہا جائے گا: سب تعریف اللہ ہی کے لیے ہے، جو تمام جہانوں کا رب ہے۔"

(الجاثية، 45:36)
فَلِلَّهِ ٱلْحَمْدُ رَبِّ ٱلسَّمَـٰوَٰتِ وَرَبِّ ٱلْأَرْضِ رَبِّ ٱلْعَـٰلَمِينَ
"پس اللہ ہی کے لیے حمد ہے، جو آسمانوں اور زمین کا رب ہے، تمام جہانوں کا رب۔"

- **کلمہ "الحمدُ لِلّٰہ" پورے قرآن میں 23 بار آیا ہے، اور 5 سورتوں کی شروع میں آیا ہے۔ 1۔ سورہ حمد، 2۔ انعام، 3۔ کہف، 4۔ سبا، 5۔ فاطر۔**

حمد

- **عربی کی "حمد" میں اردو کی" تعریف/ثنا" اور "شکر" دونوں شامل ہیں۔ جیسا کہ ڈاکٹر اسرار احمد نے ترجمہ کیا:**
  "کل شکر اور کل ثنا اللہ کے لیے ہے..."

رب

📖 رَبِّ: (ر ب ب) کسی شے کو تدریجاً ارتقائی درجات کی طرف لے جانے والا. رب اس مالک کو کہتے ہیں جس کے ہاتھ میں تدبیر امور ہو. المالک الذی بیدہ تدبیر الامور . العین میں مذکورہے: و من ملک شیئاً فھو ربہ. جو کسی چیز کا مالک بنے وہ اس کا رب کہلائے گا.

جو شخص رب کی طرف منسوب ہوا، اسے ربانی کہتے ہیں.

ارشاد قدرت ہے:

کُونُوا رَبّٰنِیّٖنَ (۳ آل عمران : ۷۹) تم سچے ربانی بن جاؤ.

قُل اَغَیرَ اللّٰہِ اَبغِی رَبًّا وَّ ہُوَ رَبُّ کُلِّ شَیءٍ ... (۶ انعام: ۱۶۴)

کہدیجیے: کیا میں کسی غیر اللہ کو اپنا معبود بناؤں؟ حالانکہ اللہ ہر چیز کا رب ہے.

البتہ غیر خدا کے لیے اضافت ضروری ہے. جیسے رب البیت، رب السفینۃ وغیرہ. (کوثر)

📖 خدوند عالم "خالق" بھی ہے اور "رب" بھی، مگر ان دونوں کے مفہوم میں یہی فرق ہے کہ خالق کا لفظ فقط "سبب وجود" ہونے کو بتاتا ہے، اور رب کا لفظ "سببِ بقا" ہونے، اور مستقل طور پر اس کی نظر توجہ مخلوقات کی جانب مبذول رہنے کو بتاتا ہے.

عیسائیوں نے اسے "اب" (یعنی باپ) کہا ہے. وہ مجازی تصرف کے بعد بھی صرف سبب وجود ہونے کا اظہار کرسکتا ہے مگر

اسلام نے اس کے لئے "رب" کی لفظ منتخب کی ہے، جو ہر لمحہ اس کے فیض اور عنایت کا پتہ دے رہا ہے۔ (فصل الخطاب)

🕮 انسانی تکامل و ارتقا کا مربی خدا ہے اور حقیقی مالک بھی وہی ہے اس لیے لفظ رب کو مقام دعا میں بہت اہمیت حاصل ہے۔ تمام انبیاء (ع)کی یہ سیرت رہی ہے کہ انھوں نے اپنی دعاؤں کی ابتدا لفظ رَبّ سے کی اور اللہ کو ہمیشہ اسی لفظ سے پکارا : رَبَّنَا ۤ اٰتِنَا فِی الدُّنۡیَا حَسَنَۃً .... (۲ بقرہ: ۲۰۱) رَبَّنَا لَا تُزِغۡ قُلُوۡبَنَا ... (۳ آل عمران: ۸) رَبَّنَا وَ ابۡعَثۡ فِیۡہِمۡ رَسُوۡلًا مِّنۡہُمۡ ..... (۲ بقرہ ۱۲۹) (کوثر)

عالمین

🕮 "عالمین" :اسم جمع ہے۔ موجودات کی ایک صنف پر اس کا اطلاق ہوتا ہے جیسے عالم الانس، عالم الارواح وغیرہ۔ اللہ کے سوا پوری کائنات پر بھی اس کا اطلاق ہوتا ہے۔ (کوثر)

🕮 "عالم" اس دنیا کو کہہ سکتے ہیں جس کے آسمان و زمین سورج اور چاند ہم سے تعلق رکھتے ہیں۔ موجودہ زمانہ کے علم ہیت کی اصطلاح میں ایک نظامِ شمسی سے جتنے سیارات متعلق ہیں انہیں ایک عالم سمجھنا درست ہے، اب جب کہ تحقیقات جدیدہ نے اور متعدد آفتابوں اور ان کے نظاموں کا پتہ چلالیا ہے تو عالمین یعنی بہت سی دنیاؤں کے مفہوم کا سمجھنا زیادہ آسان ہوگیا ہے۔ (فصل الخطاب)

✎ اســی مناســبت ســے ایک ہی دنیا میں رہتے ہوئے، مختلف ڈائمینشــس میں بســنے والی مخلوق اور اســکی دنیا بھی الگ عالم کہلائے گی۔ ڈایئمینشـن کی مناسبت سے ہم ایک عالم میں رہتے ہیں، اور جنات دوسرے ڈائیمینشن / دوسرے عالم میں رہتے ہیں۔ (اور فرشــتے غالبا ایک اور عالم میں پائے جاتے ہیں۔)۔ اور مرنے کے بعد روح بھی "عـالمِ برزخ" میں منتقل ہوجاتی، اور یہ برزخ بھی اپنے آپ میں کئی عالموں میں بٹا ہوا ہوسـکتا کہ کوئی "جنتی عالمِ برزخ" تو کوئی "جہنمی عالمِ برزخ"... (واللہ اعلم)

⇦" عالمین "کا مطلب ہے: تمام مخلوقات، انسـان، جن، فرشـتے، جانور، نباتات، حتیٰ کہ وہ عالم جو انسان کی پہنچ سے باہر ہیں (کائنات کے دوسرے گوشے، روحانی دنیا، آخرت کا عالم وغیرہ)۔
یہ آیت اللہ کے ربّ ہونے کو صــرف مســلمانوں تک محدود نہیں رکھتی بلکہ پوری کائنات کے لیے عام کرتی ہے۔ اس میں ایک ہمہ گیر اور عالمگیر ربوبیت کا اعلان ہے۔

🕮 حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے ایک طویل حدیث منقول ہے، جس کے کچھ کلمات یہ ہیں:
شـایـد تو یہ سـمجھتا ہے کہ اللہ نے صرف ایک ہی عالم پیدا کیا ہے اور تو یہ خیال کرتا ہے کہ اللہ نے تمھارے علاوہ کســی کو پیدا ہی نہیں کیا۔ ہاں ہاں خدا کی قســم! اس نے ایک لاکھ جہان پیدا کیا اور اس نے ایک لاکھ آدم پیدا کیے جب کہ تیرا تعلق آخری عالم اور آخری آدم سے ہے۔ (نورالثقلین، ج1، ص44، اردو)

✎ سنی طرق سے اس روایت کو مفسرِ فصل الخطاب نے اپن تفسیر ج1، ص 152، اردو ترجمہ میں نقل لیا ہے، جس میں سے دوسری روایت جو انہوں نے نقل کی وہ یہ ہے:

📖 امام ابولاللیث نے اپنی تفسیر میں جناب ابن عباس کے واسطہ یہ حدیث درج کی ہے کہ: روایت میں آنحضرتﷺ سے وارد ہوا ہے کہ آپ نے فرمایا اللہ کے 18 ہزار عالم ہیں کہ دنیا ان میں سے ایک عالم ہے۔ (فصل الخطاب)

📖 پوری کائنات ایک ہی عالم ہے۔۔ مگر عرفی طور پر ہر جنس، ہر نوع، ہر صنف اور مخلوقات کی ہر قسم کو ایک عالم کہا جاسکتا ہے۔
اجناس جیسے عالم جمادات، عالمِ نباتات، اور عالمِ حیوانات وغیرہ۔
انواع جیسے عالم ملائکہ، عالمِ جن اور عالمِ انسان وغیرہ۔
اصناف جیسے عالم عرب، عالم عجم وغیرہ۔
(وقت و صدی جیسے) عالم قرنِ اول، عالم قرنِ دوم۔۔۔
اقسام جیسے عالم مجردات، عالم جسمانیات، عالم علویات، عالم سفلیات، عالم لطیفات، عالم کثیفات، عالم مفردات اور عالم مرکبات وغیرہ وغیرہ۔ (تفسیر فیضان الرحمٰن)

📖 عالمین سے مراد تمام عالمِ ہستی۔ زمانہ جاہلیت میں اور بعض قوموں کے درمیان یہ عقیدہ رائج تھا کہ ہر مخلوق کے لیے ایک

علیحدہ خدا ہے اور اس فرد یا چیز کو مدبر یا رب النوع سمجھتے تھے۔ ان کا یہ عقیدہ باطل ہے۔ (تفسیر نور)

✎ ***یعنی آسمان کا خدا (Zeus)، پانی و سمندروں کا خدا (Poseidon)، عورتوں کا خدا (Hera)، مردوں کا خدا (Hades)، جنگی حکمت عملی کا خدا (Athena)، سورج، روشنی، شاعری کا خدا (Apollo)، چاند، شکار، پاکدامنی کا خدا (Artemis)، زراعت و زمین کا خدا (Demeter)، کا، آگ کا خدا (Hephaestus)، ہوائوں کا خدا (Anemoi) ...***

ان سب مختلف چیزوں کا کوئی الگ الگ خدا نہیں... بلکہ سب کا صرف و صرف "ایک ہی اللہ" ہے جو "رب العالمین" ہے۔ یعنی اب سب کا صرف "خالق" ہی نہیں، کہ خلق کر کے چھوڑ دیا ہو اور دوسروں کو سپرد کردیا ہو، بلکہ "رب" ہے – "رب العٰلمین"۔
یعنی ہر چیز کا رب ہے۔ کہ وہی سنوارتا، پالتا ہے، نشونما دیتا، اور پرورش کرتا ہے، نظام چلاتا ہے۔
وہی خالق ہے، وہی مالک ہے، وہی مدبر ہے، وہی مربی ہے، اور وہی ہادی ہے۔

🕮 **مجمع البیان میں مذکور ہے کہ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:**
اللہ نے فاتحہ الکتاب نازل کر کے مجھ پر احسان کیا ہے اور اس کی آیت "الحمد للہ رب العٰلمین" اہلِ جنت کا کلام ہے۔ جب خدا

نهیں نعمات سے نوازے گا تو وہ "الحمد للہ رب العٰلمین" کہیں گے (وآخر دعواھم ان الحمد للہ رب العٰلین)۔ (نورالثقلین)

📖 امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ آپ نے فرمایا:
جس شخص کو چھینک آئے اور اپنے ناک کے بانسے پر ہاتھ رکھ رکھ یہ کلمات کہے:
"الحمدُ للہ رب العالمین کثیرا کما ھُو اَھلُہٗ و صلّی اللہُ علٰی مُحمّد النّبیِّ واٰلہ وسلّم... (نورالثقلین)

کیا انسان واقعی اللہ کو "ربّ العالمین" مانتا ہے، یا صرف ربّ المسلمین؟
یہ سوال خود احتسابی کا دروازہ کھولتا ہے:

- اگر ہم "ربّ العالمین" کہتے ہیں، تو پھر دوسروں (غیر مسلم، حیوانات، ماحول) کے ساتھ ہمارا سلوک بھی رحمت و عدل پر مبنی ہونا چاہیے۔
- اگر ہم کسی قوم، مذہب یا طبقے کے لیے اللہ کی ربوبیت کے انکار میں عملاً شریک ہیں، تو ہم اسی آیت کو جھٹلا رہے ہیں جسے نماز میں دن میں کئی بار دہراتے ہیں۔

الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ﴿۳﴾

جو رحمن رحیم ہے۔

(بلاغ القرآن)

(الأنعام، 6:12)
كَتَبَ رَبُّكُمْ عَلَىٰ نَفْسِهِ ٱلرَّحْمَةَ
"تمہارے رب نے اپنی ذات پر رحمت لازم کر لی ہے۔"

(الأعراف، 7:156)
وَرَحْمَتِي وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ
"اور میری رحمت ہر چیز پر وسیع ہے۔"

(مریم، 19:58)
إِذَا تُتْلَىٰ عَلَيْهِمْ ءَايَـٰتُ ٱلرَّحْمَـٰنِ خَرُّواْ سُجَّدًا وَبُكِيًّا
"جب ان پر رحمان کی آیات تلاوت کی جاتیں، تو وہ سجدہ کرتے ہوئے اور روتے ہوئے گر پڑتے۔"

(طه، 20:5)
ٱلرَّحْمَـٰنُ عَلَى ٱلْعَرْشِ ٱسْتَوَىٰ
"رحمان، عرش پر متمکن ہوا۔"

(البقرة، 2:163)
وَإِلَـٰهُكُمْ إِلَـٰهٌ وَٰحِدٌ لَّآ إِلَـٰهَ إِلَّا هُوَ ٱلرَّحْمَـٰنُ ٱلرَّحِيمُ
"اور تمہارا معبود ایک ہی معبود ہے، اُس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، وہی نہایت مہربان، رحم کرنے والا ہے۔"

رحمٰن و رحیم

🕮 **مخفی نہ رہے کہ بِســمِ اللّٰہِ میں الرَّحمٰنِ الرَّحِیم کے ذکر کے بعد اس مقام پر دوبارہ تذکرہ بے جا تکرار نہیں بلکہ بِسمِ اللّٰہِ میں اس کا ذکر مقام الوہیت میں ہوا تھا، جب کہ یہاں مقام ربوبیت میں الرَّحمٰنِ الرَّحِیم کا تذکرہ ہو رہا ہے۔ (کوثر)**

📖 **اور یہ تکرار بے محل اس لئے نہیں کہ "بسم اللہ" اگرچہ سورہ کا جزء ہے، اسی طرح جیسے سورہ حمد قرآن کا جزء (ہے)،لیکن معنی کے اعتبار سے وہ اس کا جزو نہیں، بلکہ اس پورے کل کا خلاصہ کہا جائے.. جیسا کہ امیرؑ کی حدیث سے ظاہر ہے. اور متن کے خاص جزو کا شرح کے ضمن میں آجانا کوئی خلاف توقع امر نہیں ہے. (فصل الخطاب)**

✎ **الرحمٰن و الرحیم کا ایک فرق یہ بھی ہے کہ:**
"الرحمٰن" صیغہ المبالغہ ہے، جس میں رحم کا مفہوم کلی ہے، اور غیر مشروط /unconditional ہے، جیسے اللہ کافروں مشکروں کو بھی رزق دیتا ہے. یعنی اس کی یہ رحمانیت یونیورسل ہے. جب تک کسی فرد و قوم کا اجل نہیں آجاتا تب تک وہ اللہ کی سب رحمتوں و نعمتوں سے مستفید ہوتا رہتا ہے.

يَتَمَتَّعُونَ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا ۗ ثُمَّ إِلَيْنَا مَرْجِعُهُمْ (یونس، 11:23)
ترجمہ:
وہ دنیا کی زندگی میں تھوڑے دن فائدہ اٹھا لیتے ہیں، پھر ہماری طرف ہی ان کو لوٹ کر آنا ہے.

جبکہ "الرحیم" مخصوص اور کنڈیشنل ہے. یعنی جو اللہ کو مانے گا، اور اللہ کی مانے گا، تو اللہ اس پر اپنی رحمتیں نشاور کرے گا. جیسے سورہ ھود میں فرمایا:

. وَ یٰقَومِ استَغفِرُوا رَبَّکُم ثُمَّ تُوبُوا اِلَیہِ یُرسِلِ السَّمَآءَ عَلَیکُم مِّدرَارًا وَّ یَزِدکُم قُوَّۃً اِلٰی قُوَّتِکُم وَ لَا تَتَوَلَّوا مُجرِمِینَ ﴿۵۲﴾

اور اے میری قوم! اپنے رب سے مغفرت مانگو پھر اس کے حضور توبہ کرو وہ تم پر آسمان سے موسلادھار بارش برسائے گا اور تمہاری قوت میں مزید قوت کا اضافہ کرے گا اور مجرم بن کر منہ نہ موڑو۔

... میں (راوی) نے کہا: "رحمٰن" سے کیا مراد ہے؟
امام نے فرمایا: جو تمام جہان پر رحم کرے۔
میں نے کہا: "رحیم" سے کیا مراد ہے؟
فرمایا: جو صرفِ اہلِ ایمان پر رحم کرے۔
(نورالثقلین، ج1، ص 37، اردو)

مجمع البیان میں ابوسعید خدری سے منقول ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ حضرت عیسٰی بن مریم (علیہ السلام) نے کہا تھا کہ رحمٰن دنیا کے لحاظ سے ہے اور رحیم آخرت کے لحاظ سے ہے۔ (نورالثقلین)

مگر ان دونوں میں فرق ہے، "رحمٰن" کا اطلاق صرف ذاتِ باری پر ہوتا ہے، اور "رحیم" کا اطلاق غیر پر بھی ہوسکتا ہے، جس کی نظیریں قرآنم کریم میں بھی موجود ہیں۔ جیسے رسول کے لیے "بالمومنین رءوف رحیم" (توبہ، 9:128) ... (فصل الخطاب)

اگر اللہ اتنا ہی رحم کرنے والا ہے، تو پھر عذاب، جہنم، اور سختیوں کا تصور کیوں؟

جواب:

- **اللہ کی رحمت اس کے عدل کے ساتھ ہے، نہ کہ اس کے خلاف۔**
- **اگر ظالم اور فاسق کو سزا نہ دی جائے تو مظلوم پر رحم کیسے ہوگا؟**
- **قرآن میں واضح ہے“ :عذابی أُصیبُ بہ من أشاء، و رحمتی وَسِعَتْ کلّ شیء (الاعراف 7:156)**

مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ﴿۴﴾

روز جزا کا مالک ہے۔
(بلاغ القرآن)

(الانفطار، 82:17–19)
وَمَآ أَدْرَىٰكَ مَا يَوْمُ ٱلدِّينِ۝ ثُمَّ مَآ أَدْرَىٰكَ مَا يَوْمُ ٱلدِّينِ۝ يَوْمَ لَا تَمْلِكُ نَفْسٌ لِّنَفْسٍ شَيْـًٔا ۖ وَٱلْأَمْرُ يَوْمَئِذٍ لِّلَّهِ
"اور تمہیں کیا معلوم کہ بدلے کا دن کیا ہے؟ پھر تمہیں کیا خبر کہ بدلے کا دن کیا ہے؟ وہ دن جب کوئی جان کسی جان کے لیے کچھ اختیار نہ رکھے گی، اور سارا اختیار اُس دن صرف اللہ ہی کا ہوگا۔"

مالک

یہاں پر یہ سوال پیدا ہوتاہے کہ جب اللہ تعالیٰ پوری کائنات کا مالک ہے تو پھر صرف روزجزا سے اس مالکیت کی تخصیص کیوں کی گئی ؟

اس کا جواب یہ ہے:

اولاً : دنیا میں مجازی مالک بھی ہوتے ہیں، جب کہ بروزقیامت کوئی مجازی مالک نہ ہو گا:

یَومَ لَا تَملِکُ نَفسٌ لِّنَفسٍ شَیئًا ؕ وَ الاَمرُ یَومَئِذٍ لِّلّٰہِ (۸۲ انفطار: ۱۹)

اس دن کسی کو کسی کے لیے کچھ (کرنے کا) اختیار نہیں ہو گا اور اس دن صرف اللہ کا حکم چلے گا۔

ثانیاً: دنیا میں تو اس مالک حقیقی کے منکر بھی موجود ہوتے ہیں، لیکن روز جزا تو کوئی "لِمَنِ المُلکُ الیَومَ ... (۴۰ المؤمن :۱۶) (آج کس کی بادشاہت ہے؟) کا جواب دینے والانہ ہو گا۔

ثالثاً:دنیا میں اللہ کا صرف تکوینی حکم نافذ تھا، جب کہ تشریعی احکام کی نافرمانی بھی ہوتی تھی، لیکن بروز قیامت اس کے

تمام احکام نافذ ہوں گے، کوئی نافرمانی کی جرأت نہیں کر سکے گا۔

رابعاً: دنیا میدان عمل اور دار الامتحان ہے، اس لیے بندے کو کچھ اختیارات دیے گئے ہیں، لیکن قیامت، نتیجے اور جزائے عمل کا دن ہے، لہٰذا اس دن فقط اللہ کی حاکمیت ہو گی، بندوں کو کوئی اختیار نہیں دیا جائے گا۔ (کوثر)

یوم الدین

روزِ جزا کی تخصیص اس لئے ہے کہ اس دن کوئی مالک ہونے کا دعویدار بھی نظر نہیں آسکتا۔ " لِمَنِ المُلکُ الیَومَ۔ لِلّٰہِ الوَاحِدِ القَهَّارِ (مومن آیت 16)۔ (فصل الخطاب)

يَوْمَ لَا تَمْلِكُ نَفْسٌ لِّنَفْسٍ شَيْـًٔا ۖ وَالْاَمْرُ يَوْمَئِذٍ لِّلّٰهِ (انفطار، 82:19)
اس دن کوئی جان کسی دوسری جان کے لیے کچھ نہ کرسکے گی اور معاملہ اس دن اللہ ہی کے اختیار میں ہوگا۔

دراصل، بندہ اس آیت سے، معاد پر، اور مرنے کے بعد دوبارہ مبعوث ہونے پر، قیامت پر، اعمال کے تولے جانے پر، حساب کتاب پر، اور اور جزا سزا کے ساتھ جنت جہنم پر یقین رکھنے کا اظہار بھی کرتا ہے۔ کہ یا اللہ میں نے مانا کہ یہ سب ہوکر رہے گا، اور میں نے تیری ربوبیت، تیری الوہیت، تیری وحدانیت کا اقرار کرتے ہوئے، قیامت اور یوم الدین پر یقین رکھتا ہوں، اور دست بستہ تیرے رحم کا سوال کرتا ہوں، کہ میں گناہگار ناچیز اپنے حساب و پرسش میں تیرا "عدل" نہیں چاہتا، بلکہ تیری صفت رحمٰن و رحیم سے

تیری رحمت و شفقت، احسان و کرم و شفاعت کا خوستگار ہوں۔ کیونکہ بے شـک توہی رازق، توہی خالق، توہی رب ہے، تو ہی حاکم ہے اور "توہی مالک ہے۔"

میں نے زندگی میں نہ تیرے علاوہ کســی کی عبادت کی، اور نہ تیرے علاوہ کسـی کو پکارا... ایاک نعبد وایاک نسـتعین... مانا کہ دنیا کی رنگینیوں نے مجھے دھوکے میں ڈالے رکھا، اور میں ہر جگہ تیری آزمائشـوں میں پاس نہ ہوسکا۔پر اعتراف کرتا ہوں تو "مالکِ یوم الدین" ہے بس مالک تو تُو ہی ہے، تیری ہی بادشاہت ہے۔ تیری ہی سـلطنت ہے، تیری ہی کائنات و ارض و سـماء ہیں۔ میں تیری عظیم خلقت کی وســعتوں میں ایک کیڑا مکوڑا بھی نہیں، اس سـے بھی بدتر ہوں ہوں (کہ مجھ ســے بہتر تو ســورہ نمل کی چیونٹی ٹھری)۔ بس تو اس گناہگار کو اپنی رحمت کی وســعتوں سے معاف فرمادے۔ بخش دے، اور جنت الفردوس میں بلند مقام عطا کردے۔ بے شک یہ تیرے اوپر بہت آسان ہے۔

- سـوال یہ اٹھتا ہے کہ اگر اللہ ہی آخری دن کا مالک ہے، تو کیا دنیا میں انصاف کی کوئی گارنٹی نہیں؟

➢جواب یہ ہے کہ قرآن کی منطق میں دنیا امتحان ہے، اور آخرت نتیجہ۔
دنیا میں ظالم بچ سـکتا ہے، مگر آخرت میں نہیں۔ یہی تصـور انسان کے اندر خوفِ خدا اور اخلاقی احتساب کو جنم دیتا ہے۔

اِيَّاکَ نَعۡبُدُ وَ اِيَّاکَ نَسۡتَعِيۡنُ ﴿۵﴾

ہم صرف تیری عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں۔
(بلاغ القران)

(الذاریات، 51:56)
وَمَا خَلَقْتُ ٱلْجِنَّ وَٱلْإِنسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ
"اور میں نے جنّوں اور انسانوں کو صرف اپنی عبادت کے لیے پیدا کیا ہے۔"

(غافر، 40:60)
وَقَالَ رَبُّكُمُ ٱدْعُونِىٓ أَسْتَجِبْ لَكُمْ ۚ إِنَّ ٱلَّذِينَ يَسْتَكْبِرُونَ عَنْ عِبَادَتِى سَيَدْخُلُونَ جَهَنَّمَ دَاخِرِينَ
"اور تمہارے رب نے فرمایا: مجھ سے دعا کرو، میں قبول کروں گا۔ جو لوگ میری عبادت سے تکبر کرتے ہیں، وہ عنقریب ذلیل ہو کر جہنم میں داخل ہوں گے۔"

ایاک نعبُدُ

📖 **اِيَّاکَ نَعۡبُدُ :کسی ذات کی تعظیم و تکریم اور اس کی پرستش کے چار عوامل ہو سکتے ہیں۔ کمال، احسان، احتیاج اور خوف۔ اللہ تعالیٰ کی پرستش و عبادت میں یہ چاروں عوامل موجود ہیں۔**

کمال :اگر کسی کمال کے سامنے ہی سر تعظیم و تسلیم خم ہونا چاہیے تواس عالم ہستی میں فقط اللہ تعالیٰ ہی کمال مطلق ہے، جس میں کسی نقص کا شائبہ تک نہیں۔ تمام کمالات کا منبع اور سرچشمہ اسی کی ذات ہے۔ آسمانوں اور زمین میں بسنے والے اسی کمال مطلق کی عبودیت میں اپنا کمال حاصل کرتے ہیں:

اِن کُلُّ مَن فِی السَّمٰوٰتِ وَ الاَرضِ اِلَّا اٰتِی الرَّحمٰنِ عَبدًا(مریم :۹۳)

جو کوئی آسمانوں اور زمین میں ہے وہ اس رحمٰن کے حضور صرف بندے کی حیثیت سے پیش ہو گا۔

احسان :اگر کسی محسن کی احسان مندی عبادت و تعظیم کا سبب بنتی ہے تو یہاں بھی اللہ کی ذات ہی لائق عبادت ہے، کیونکہ وہی ارحم الراحمین ہے۔ اس نے اپنے اوپر رحمت کو لازم کر رکھا ہے:

كَتَبَ رَبُّكُم عَلٰى نَفسِهِ الرَّحمَةَ (انعام: ۵۴)

تمہارے رب نے رحمت کو اپنے اوپر لازم قرار دیا ہے۔

احتیاج :عبادت کا سبب اگر احتیاج ہے تو یہاں بھی معبود حقیقی اللہ ہی ہے، کیونکہ وہ ہر لحاظ سے بے نیاز ہے اور کائنات کی ہر چیز اس کی محتاج ہے۔ وہ علت العلل ہے اور باقی سب موجودات معلول ہیں اور ظاہر ہے کہ علت کے مقابلے میں معلول مجسم احتیاج ہوتا ہے:

يٰاَيُّهَا النَّاسُ اَنتُمُ الفُقَرَآءُ اِلَى اللّٰهِ ۚ وَ اللّٰهُ ہُوَ الغَنِىُّ الحَمِيدُ﴿﴾ (۳۵ فاطر : ۱۵)

اے لوگو! تم اللہ کے محتاج ہو اور اللہ تو بے نیاز، لائق ستائش ہے۔

خوف :اگر وجہ تعظیم و عبادت خوف ہے توخداوند عالم کی طرف سے محاسبے اور مؤاخذے کا خوف انسان کو اس کی طرف متوجہ کرتا ہے۔ وہ جانتا ہے کہ ایک دن اسے اللہ کی بارگاہ میں پیش ہو کر اپنے اعمال کا حساب دینا ہو گا:

مَن عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفسِہٖ ۚ وَ مَن اَسَآءَ فَعَلَيہَا ۫ ثُمَّ اِلٰى رَبِّكُم تُرجَعُونَ﴿﴾(۴۵ جاثیہ :۱۵)

جونیکی کرتا ہے وہ اپنے لیے کرتا ہے اور جو برائی کا ارتکاب کرتا ہے اس کا وبال اســی پر ہے،پھر تم اپنے پروردگار کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔ (کوثر)

- 🕮 یہ ملحوظ خاطر رہے کہ شریعت مقدسہ اسلامیہ میں غیراللہ کے لئے تعظیمی ســجدہ حرام ہے۔ لہٰذا اس ســے اجتناب واجب ہے اســی طرح کســی بزرگ کے ســامنے اس قدر بھی نہیں جھکنا چاہیے کہ رکوع ســے مشــابہت لازم آئے۔ "کیونکہ رکوع و ســجود صــرف ذات خداوندی کے ســاتھ مخصــوص ہے۔ (مفاتیح الجنان)۔ (فیضان الرحمٰن)

- 🕮 خدائے حکیم نے ایاک مفعول کو مقدم کر کے تخصـیص پیدا کردی ہے۔ "لان تقدیم ما حقہ التاخیر یفید التخصــیص" اور بندے کی زبان ســے کہلوایا ہے کہ "ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں۔" کیونکہ شرک فی العبادۃ ناقابل معافی جرم ہے۔ (فیضان الرحمٰن)

- ⊙ "إِيَّـاكَ نَـعْـبُـدُ :"(صـــرف) تـیـری ہـی عـبـادت کـرتـے ہـیـں ➢یعنی ہم کســی اور کو الٰہ، معبود، حـاکم یـا حلال و حرام کـا فیصلہ کرنے والا نہیں مانتے۔

وایاک نستعین

📖 یہاں بھی "ایاک" مفعوم مقدم ہے جو حصر و تخصیص کا فائدہ دیتا ہے مطلب یہ ہوا کہ تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں۔ (فیضان الرحمٰن، علامہ حسین نجفی، ج1، ص102-103)

📖 اللہ کی بندگی کے جو تقاضے ہیں ان کو پورا کرنا آسان نہیں ہے ' لہٰذا بندگی کا عہد کرنے کے فوراً بعد اللہ کی پناہ میں آنا ہے کہ اے اللہ ! میں اس ضمن میں تیری ہی مدد چاہتا ہوں۔ فیصلہ تو میں نے کرلیا ہے کہ تیری ہی بندگی کروں گا اور اس کا وعدہ کر رہا ہوں ' لیکن اس پر کاربند رہنے کے لیے مجھے تیری مدد درکار ہے۔ (اسرار احمد)

📖 اب قابلِ غور بات یہ ہے کہ مدد سے کونسی مدد مراد ہے جو اللہ سے مخصوص ہے؟
آدمی اپنے اکثر و بیشتر امور میں بنی نوع انسان کے تعاون کا محتاج ہے، اور مادی اسباب کے تحت ہر انسان دوسرے انسان سے مدد لیتا ہے، اسی بناء مالک حکم نے مسلمانوں کو امداد باہمی کا بار بار حکم دیا:

وَتَعَاوَنُوۡا عَلَى الۡبِرِّ وَالتَّقۡوٰى‌ ۖ وَلَا تَعَاوَنُوۡا عَلَى الۡاِثۡمِ وَالۡعُدۡوَانِ (مائدہ، 5:2)
نیکی اور پرہیزگاری میں ایک دوسرے کی امداد کرتے رہو اور گناہ اور ظلم و زیادتی میں مدد نہ کرو۔

پیغمبراسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس شخص کو خیراالناس قرار دیا ہے جو انفع الناس کا مصداق ہے۔
اور جو شخص نفع کے بجائے لوگوں کو نقصان پہنچائے اسے حضرت امیر علیہ السلام نے بدترین خلائق ٹھرایا ہے۔

بنابرایں دینِ حق کی نصرت کرنا، جہاد فی سبیل اللہ کر کے نبی و امام کی کمر مضبوط کرنا، اسلام کی نشر و اشاعت کرنا، گمراہ کو راہ راست دکھانا، مظلوم کو ظالم کے پنجۂ ظلم و جور سے آزاد کرانا، فقراء و مساکین کی امداد و اعانت کرنا، بھوکے کو روٹی کھلانا، پیاسے کو پانی پلانا، محتاج کو قرضہ دینا، اور گرفتارِ بلا کی اخلاقی و مادی مدد کرنا، حکیم کی طرف رجوع کرنا اور اس سے علاج کرانا .. وہ کارہائے خیر اور بلند اخلاقی امور ہیں جن کی شرع انور میں تاکید مزید کی گئی ہے۔ لہٰذا اس قسم کی باہمی مدد و نصرت کے جواز میں کوئی کلام نہیں ہے۔

لہٰذا تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ اس مدد سے جو اللہ سے مخصوص ہے مراد ان امور میں مدد طلب کرنا ہے جو انسانی قوت و طاقت اور قدرت و دسترس سے بالاتر ہیں۔ جیسے پیدا کرنا، مارنا، جلانا، روزی دینا، بیمار کو شفاء دینا، اور مضطر کی دعا و پکار سن کر اس کی مصیبت کو دور کرنا وغیرہ وغیرہ۔ جن کو "امور تکوینیہ" کہا جاتا ہے۔ جن کی انجام دہی اور وہ بھی بطور وظیفہ اور ڈیوٹی

کسی بھی مخلوق کو کسی بھی طرح سپرد نہیں کی۔ نہ بطور تفویض، نہ بلحاظ توکیل اور نہ بطریق آلات وغیرہ۔
"بل لہ الخلق والامر، تَبٰرَكَ الَّذِی بِیَدِہِ المُلكُ وَھُوَ عَلٰی كُلِّ شَیءٍ قَدِیرٌ۔
لہٰذا کسی نبی و رسول یا ولی و امام سے ان امور میں یہ سمجھ کر مدد مانگنا کہ خدائے قدیر نے اپنی قدرت سے ان امور کی انجام دہی ان سے وابستہ کی ہے۔ اور اس کو مختار مطلق سمجھ کر یا باذن اللہ لوگوں کی حاجت روائی کرنے والا سمجھ کر حرام ہے، قرآن اسے شرک جلی قرار دیتا ہے۔ اور اسے مشرکوں کا عمل و طریقہ قرار دیتا ہے۔ (تفسیر فیضان الرحمٰن، علامہ محمد حسین نجفی، ج1، ص 103-104)

- "وَإِیَّاكَ نَسْتَعِینُ :"اور (صرف) تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں
➢یعنی ہمارا حقیقی سہارا، آخری امید اور قوت، صرف اللہ ہے — چاہے ظاہری اسباب اختیار کریں، دل کا رجوع اُسی کی طرف ہے۔

- سوال پیدا ہوتا ہے:
اگر صرف اللہ سے مدد مانگنی ہے، تو پھر انسانوں سے مدد کیوں لی جاتی ہے؟
➢جواب:
قرآن کا اصول ہے:
اسباب اختیار کرو، مگر تکیہ صرف اللہ پر رکھو۔

- **جیســـے ســـورہ نوح نے کشـــتی بنائی، دعا بھی کی (ھود، 41، مومنون، 23:29)**
- **جیسے حضرت موسیٰ نے لاٹھی ماری، مگر مدد اللہ نے کی**

لہٰذا جو مدد ذریعے کے طور پر انسانوں سے ہو، اور مددگار سمجھا جائے اللہ کو، وہ شرک نہیں بلکہ سنتِ انبیاء ہے۔

اِہۡدِنَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِیۡمَ ۙ﴿۶﴾

ہمیں سیدھے راستے کی ہدایت فرما(تا رہ)۔

(بلاغ القرآن + اظہر)

(الحجر، 15:41)

قَالَ هَـٰذَا صِرَٰطٌ عَلَیَّ مُسۡتَقِیمٌ

"(اللہ نے) فرمایا: یہ راستہ میرے ذمہ سیدھا ہے۔"

(صافات، 37:118)

وَهَدَیۡنٰهُمَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِیۡمَ ۚ ۱۱۸

(بقرہ، 2:142)

قُل لِّلّٰهِ الۡمَشۡرِقُ وَالۡمَغۡرِبُ ؕ یَهۡدِیۡ مَنۡ یَّشَآءُ اِلٰی صِراطٍ مُّسۡتَقِیۡمٍ ۱٤۲

اے نبی ! ان سے کہو کہ مشرق ومغرب سب اللہ کے ہیں ۔ اللہ جسے چاہتا ہے سیدھی راہ دکھا دیتا ہے ۔

(بقرہ، 2:213)

وَاللّٰهُ یَهۡدِیۡ مَنۡ یَّشَآءُ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسۡتَقِیۡمٍ ۲۱۳

اور خدا جس کو چاہتا ہے سیدھا رستہ دکھا دیتا ہے

(ال عمران، 3:101)

وَمَنۡ یَّعۡتَصِمۡ بِاللّٰهِ فَقَدۡ هُدِیَ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسۡتَقِیۡمٍ ۱۰۱

(اور جس نے اللہ (کی ہدایت کی رسی) کو مضبوط پکڑ لیا وہ سیدھے راستے لگ گیا۔

(نساء، 4:175)

فَاَمَّا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا بِاللّٰهِ وَاعۡتَصَمُوۡا بِهٖ فَسَیُدۡخِلُهُمۡ فِیۡ رَحۡمَةٍ مِّنۡهُ وَفَضۡلٍ ۙ وَّیَهۡدِیۡهِمۡ اِلَیۡهِ صِرَاطًا مُّسۡتَقِیۡمًا۔

پس جو لوگ خدا پر ایمان لائے اور اس (کے دین کی رسی) کو مضبوط پکڑے رہے ان کو وہ اپنی رحمت اور فضل (کے بہشتوں) میں داخل کرے گا۔ اور اپنی طرف (پہنچنے کا) سیدھا رستہ دکھائے گا۔

(الأنعام، 6:153)

وَأَنَّ هَـٰذَا صِرَٰطِی مُسۡتَقِیمًا فَٱتَّبِعُوهُ ۖ وَلَا تَتَّبِعُواْ ٱلسُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمۡ عَن سَبِیلِهِۦ

"اور بے شک یہ میرا راستہ ہے جو سیدھا ہے، پس تم اسی کی پیروی کرو، اور دوسری راہوں پر نہ چلو کہ وہ تمہیں اللہ کے راستے سے جدا کر دیں۔"

(انعام، 6:161)

قُلۡ اِنَّنِیۡ هَدٰىنِیۡ رَبِّیۡۤ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسۡتَقِیۡمٍ ۚ دِیۡنًا قِیَمًا مِّلَّةَ اِبۡرٰهِیۡمَ حَنِیۡفًا ۚ وَمَا کَانَ مِنَ الۡمُشۡرِکِیۡنَ

کہو، میرے رب نے مجھ کو سیدھا راستہ بتادیا ہے دینِ صحیح ابراہیم کی ملت کی طرف جو یکسو تھے اور مشرکین میں سے نہ تھے۔

۲۵ (یونس، 10:25)
وَاللّٰهُ يَدۡعُوۡۤا اِلٰى دَارِ السَّلٰمِؕ وَيَهۡدِىۡ مَنۡ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسۡتَقِيۡمٍ
اور اللہ تعالیٰ سلامتی کے گھر کی طرف تم کو بلاتا ہے اور جس کو چاہتا ہے راہ راست پر چلنے کی توفیق دیتا ہے.

(مریم، 19:36)
وَاِنَّ اللّٰهَ رَبِّىۡ وَرَبُّكُمۡ فَاعۡبُدُوۡهُ ؕ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسۡتَقِيۡمٌ ٣٦
(اور عیسیٰ نے کہا تھا کہ) " اللہ میرا رب بھی ہے اور تمہارا رب بھی ' پس تم اسی کی بندگی کرو ' یہی سیدھی راہ ہے۔

(نور، 24:46)
لَقَدۡ اَنۡزَلۡنَاۤ اٰيٰتٍ مُّبَيِّنٰتٍؕ وَ اللّٰهُ يَهۡدِىۡ مَنۡ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسۡتَقِيۡمٍ ٤٦
ہم ہی نے روشن آیتیں نازل کیں ہیں اور خدا جس کو چاہتا ہے سیدھے رستے کی طرف ہدایات کرتا ہے

۲۲ (ملک، 67:22)
اَفَمَنۡ يَّمۡشِىۡ مُكِبًّا عَلٰى وَجۡهِهٖۤ اَهۡدٰٓى اَمَّنۡ يَّمۡشِىۡ سَوِيًّا عَلٰى صِرَاطٍ مُّسۡتَقِيۡمٍ
کیاجو شخص اوندھے منہ چل رہا ہے وہ زیادہ صحیح راہ پانے والا ہے یا وہ شخص جو سیدھا ایک صراطِ مستقیم پر چل رہا ہے۔

(زخرف، 43:43)
فَاسۡتَمۡسِكۡ بِالَّذِىۡۤ اُوۡحِىَ اِلَيۡكَ‌ۚ اِنَّكَ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسۡتَقِيۡمٍ ٤٣
پس تمہاری طرف جو وحی کی گئی ہے اس کو مضبوط پکڑے رہو۔ بےشک تم سیدھے رستے پر ہو۔

(یٰس، 36:61)
وَأَنِ ٱعۡبُدُونِىۚ هَـٰذَا صِرَٰطٌ مُّسۡتَقِيمٌ
"اور میری عبادت کرو، یہی سیدھا راستہ ہے۔"

(النحل، 16:76)
وَٱللَّهُ يَهۡدِى لِلصِّرَٰطِ ٱلۡمُسۡتَقِيمِ
"اور اللہ ہی سیدھے راستے کی ہدایت دیتا ہے۔"

ہدایت

📖 ہدایت، رہنمائی اور توفیق اس کے فیوضات ہیں، جو ہمیشہ جاری و ســاری رہتے ہیں اور بندہ ہر آن جن کا محتاج ہے۔ ہدایت ایســی چیز نہیں جو خدا کی طرف ســے اگر ایک بار مل جائے تو پھر بندہ بے نیاز ہو جاتا ہے، بلکہ وہ ہر آن، ہر لمحہ ہدایت الٰہی کا محتاج رہتا ہے۔

بندے کا ہر آن ہر لمحہ اللہ کی رحمت و ہدایت کا محتاج ہونا اس دعائیہ جملے سے واضح ہو جاتا ہے، جس کا ذکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اور ائمہ اہل بیت علیہم السلام اپنی دعاؤں میں نہایت اہتمام کے ساتھ کیا کرتے تھے:

رَبِّ لَا تَکِلْنِیْ اِلیٰ نَفْسِیْ طَرْفَۃَ عَیْنٍ اَبَدًا ۔ (اصــول الکافی ج ۲ ص ۵۸۱)

میرے مالک! مجھے کبھی بھی چشـــم زدن کے لیے اپنے حال پر نہ چھوڑ۔(کوثر)

📖 ســردســتِ طلب ہدایت کے متعلق بقدر ضرورت اس قدر وضاحت کی جاتی ہے کہ ایک اور مقام پر خدائے علیم و حکیم نے صــراحت فرمائی کہ وہ کون لوگ ہیں جن کو وہ ہدایت کے دوســرے معنی کے اعتبار سے ہدایت کی نعمت سے نوازتا ہے، فرماتا ہے:

الَّذِیۡنَ یَسۡتَمِعُوۡنَ الۡقَوۡلَ فَیَتَّبِعُوۡنَ اَحۡسَنَہٗ ؕ اُولٰٓئِکَ الَّذِیۡنَ ہَدٰىہُمُ اللّٰہُ وَ اُولٰٓئِکَ ہُمۡ اُولُوا الۡاَلۡبَابِ ۱۸ (زمر، 39:18)

جو بات کو غور سے سُنتے ہیں اور اس کے بہترین پہلو کی پیروی کرتے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کو اللہ نے ہدایت بخشی ہے اور یہی دانشمند ہیں۔

اس ارشادِ خداوندی سے واضح ہوگیا کہ وہ صرف ان لوگوں کو ہدایت عطا فرماتا ہے جو اپنے دل و دماغ اور کانوں پر اندھی تقلید اور تعصب کے پہرے نہیں بٹھاتے۔ بلکہ ان کو کھلا رکھتے ہیں اور وہ آزاد ہوتے ہیں اس لئے وہ ہر کہنے والے کی بات کو کان لگا کر اور پوری توجہ سے سنتے ہیں۔

وہ قائل کی ذات کو نہیں دیکھتے بلکہ اس کی بات کو دیکھتے ہیں۔ پھر ہر سنی سنائی بات کو آنکھیں بند کر کے قبول بھی نہیں کرتے بلکہ اسے میزانِ عقل پر تولتے ہیں۔ پھر اچھی بات کو لے لیتے ہیں اور اس کی پیروی کرتے ہیں اور غلط بات کو پھینک دیتے ہیں۔

اور جو بدقسمت لوگ اپنی آنکھوں پر اپنے آباء واجداد اور اسلاف کی اندھی تقلید کی پٹی باندھ لیتے ہیں اور کانوں پر ملکی و ملی تعصب کے پہرے بٹھا دیتے ہیں اور عقل و خرد کو معطل کرکے اسے غور و فکر کی زحمت نہیں دیتے تو خدا بھی ایسے مورکھوں کو ہدایت کی نعمت سے نہیں نوازتا۔

۔۔۔اُولٰٓئِكَ كَالۡاَنۡعَامِ بَلۡ هُمۡ اَضَلُّ‌ؕ اُولٰٓئِكَ هُمُ الۡغٰفِلُوۡنَ (اعراف، 7:179)
انکے دل ہیں کہ ان سے سمجھتے نہیں اور آنکھیں ہیں کہ ان سے دیکھتے نہیں اور کان ہیں کہ ان سےسنتے نہیں وہ ایسے ہیں جیسے چوپائے بلکہ ان سے بھی زیادہ بیراہ وہی لوگ ہیں غافل۔
(تفسیر فیضان الرحمٰن)

📼 یہ آیت بتاتی ہے کہ:

- صرف ایمان لانا کافی نہیں، ہدایت کی مسلسل طلب ضروری ہے
- یہ راستہ ذاتی رائے یا اجتماعی روایات سے نہیں ملتا، بلکہ اللہ کی عطا سے ملتا ہے۔

📌 تین سطحوں پر ہدایت کا مفہوم:

1 حق کو پہچاننے کی ہدایت

2 حق پر قائم رہنے کی ہدایت

3. عملی زندگی میں ہر قدم پر راہِ راست پر رہنے کی ہدایت

❖ اگر مسلمان دن میں کئی بار یہی دعا کرتے ہیں، تو کیوں اُن کی زندگیوں میں بگاڑ، تضاد اور گمراہی ہے؟

➢جواب:

- صرف زبان سے دعا کافی نہیں، دل کا اخلاص اور عمل کی پیروی ضروری ہے
- "صراطِ مستقیم" صرف ایک مذہبی لیبل نہیں، بلکہ عقیدہ + اخلاق + اعمال کی ہم آہنگ راہ ہے
- بہت سے لوگ دعا تو کرتے ہیں، مگر اس دعا کے تقاضے کو سمجھتے نہیں

ہدایت صرف اللہ کی طرف سے

"ہدایت" وہ چیز ہے جو صرف اللہ تعالٰی کے لیے مخصوص ہے۔

إِنَّ عَلَيْنَا لَلْهُدَىٰ (لیل، 92:12)
بیشک راہ دکھا دینا ہمارے ذمہ ہے۔

وَٱلَّذِى قَدَّرَ فَهَدَىٰ (اعلیٰ، 87:3)
اور جس نے (ہر شے کا) اندازہ مقرر کیا پھر اسے (فطری) ہدایت عطا فرمائی۔

وَوَجَدَكَ ضَآلًّا فَهَدَىٰ (ضحیٰ، 93:7)
اور تجھے راہ بھولا پا کر ہدایت نہیں دی؟

اِنۡ تَحۡرِصۡ عَلٰى هُدٰٮهُمۡ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يَهۡدِىۡ مَنۡ يُّضِلُّ وَمَا لَهُمۡ مِّنۡ نّٰصِرِيۡنَ ۞ (نحل، 16:37)
اگر آپ کو خواہش ہے کہ یہ ہدایت پاجائیں تو اللہ جس کو گمراہی میں چھوڑ چکا ہے اب اسے ہدایت نہیں دے سکتا اور نہ ان کا کوئی مدد کرنے والا ہوگا۔

وَمِنۡهُمۡ مَّنۡ يَّنۡظُرُ اِلَيۡكَ‌ؕ اَفَاَنۡتَ تَهۡدِى الۡعُمۡىَ وَ لَوۡ كَانُوۡا لَا يُبۡصِرُوۡنَ ۞ (یونس، 10:43)
اور ان میں کچھ ہیں جو آپ کی طرف دیکھ رہے ہیں تو کیا آپ اندھوں کو بھی ہدایت دے سکتے ہیں چاہے وہ کچھ نہ دیکھ پاتے ہوں؟

اِنَّكَ لَا تَهۡدِىۡ مَنۡ اَحۡبَبۡتَ وَلٰـكِنَّ اللّٰهَ يَهۡدِىۡ مَنۡ يَّشَآءُ‌ ۚ وَهُوَ اَعۡلَمُ بِالۡمُهۡتَدِيۡنَ (قصص، 28:56)
(اے نبی ﷺ !) تم جسے چاہو ، اسے ہدایت نہیں دے سکتے، مگر اللہ جسے چاہتا ہے ، ہدایت دیتا ہے اور وہ ان لوگوں کو خوب جانتا ہے جو ہدایت قبول کرنے والے ہیں۔

لَيۡسَ عَلَيۡكَ هُدٰٮهُمۡ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهۡدِىۡ مَنۡ يَّشَآءُ‌ ؕ ۞ (بقرہ، 2:272)

(اے محمدﷺ) تم ان لوگوں کی ہدایت کے ذمہ دار نہیں ہو بلکہ خدا ہی جس کو چاہتا ہے ہدایت بخشتا ہے۔

لفظ ہدایت کو لےکر قرآن میں آیات بہت زیادہ ہیں، اور روٹ ورڈ "ھ د ی" 12 مشتقوں کے ساتھ قرآن میں 316 بار آیا .(مزید تفصیل، میری کتاب "یا علی مدد جائز یا شرک، باب 9 پڑھ سکتے۔)

صراطِ مستقیم

"سیدھے راستے" سے مراد خالق کا وہ پسندیدہ راستہ ہے جس میں نہ افراط ہے اور نہ تفریط (ہے)، اور وہی دین حق ہے۔ وہی اتباعِ رسول اور طاعتِ ائمہ کا ماحصل ہے۔ اسی سے رضائے الٰہی اور اس کے نتیجہ میں نعیم آخرت کا حصول ہے۔ (فصل الخطاب)

"صراطِ مستقیم" قرآن کوئی 37 بار آیا ہے۔
اور اس میں "علی صراط المستقیم" صرف 6 بار آیا ہے۔

1. **ایک اللہ کے لیے،**

اِنَّ رَبِّیۡ عَلٰی صِرَاطٍ مُّسۡتَقِیۡمٍ ٥٦ (ھود، 11:56)

2. **سورہ اعراف و حجر میں جب شیطان کہتا میں "صراط مستقیم پر بیٹھوں گا، تیرے بندوں کو گمراہ کرنے کے لیے۔**

قَالَ فَبِمَا اَغۡوَيۡتَنِىۡ لَاَقۡعُدَنَّ لَهُمۡ صِرَاطَكَ الۡمُسۡتَقِيۡمَ (اعراف، 7:16)

(ابلیس نے کہا کہ چوں کہ تو نے مجھے گمراہ کیا ہے، میں بھی لوگوں کے لیے تیری سیدھی راہ پر بیٹھوں گا۔)

اور سورہ حجر میں، شیطان کہتا ہے:

- قَالَ رَبِّ بِمَا اَغوَیتَنِی لَاُزَیِّنَنَّ لَهُم فِي الاَرضِ وَلَاُغوِیَنَّهُم اَجمَعِینَ ۙ ۳۹

(ابلیس نے کہا، اے میرے رب، جیسا تو نے مجھ کو گمراہ کیا ہے اسی طرح میں زمین میں ان کے لیے مزین کروں گا اور سب کو گمراہ کردوں گا)

- اِلَّا عِبَادَكَ مِنهُمُ المُخلَصِینَ ۴۰

(ان میں سے سواء تیرے مُخلَص بندوں کے۔)

آگے اللہ تعالٰی جواب میں فرماتے:

- قَالَ هٰذَا صِرَاطٌ عَلَيَّ مُسْتَقِيمٌ (حجر، 15:41)

فرمایا کہ مجھ تک (پہنچنے کا) یہی سیدھا رستہ ہے۔ (جس پر مخلَص بندے چلتے ہیں۔)

3. "علیٰ صراط مستقیم" ایک بار سورہ یٰس میں نبی کریم کے لیے۔

- إِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِينَ ۙ – عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ (یس، 36:4)

"بے شک آپ رسولوں میں سے ہیں۔ ایک سیدھے راستے پر۔"

4. ایک بار سورہ زخرف میں نبی کریم کے لیے۔

- فَاسْتَمْسِكْ بِالَّذِي أُوحِيَ إِلَيْكَ ۖ إِنَّكَ عَلَىٰ صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ (زخرف، 43:43)

"پس آپ مضبوطی سے تھامے رہیں اُس (کتاب) کو جو آپ کی طرف وحی کی گئی، بے شک آپ سیدھے راستے پر ہیں۔"

5. ایک بار سورہ ملک میں، "ایک شخص" کے بارے میں:

أَفَمَنْ يَمْشِي مُكِبًّا عَلَىٰ وَجْهِهِ أَهْدَىٰ أَمَّنْ يَمْشِي سَوِيًّا عَلَىٰ صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ (ملک، 67:22)

"بھلا وہ جو منہ کے بل چلتا ہے، زیادہ ہدایت یافتہ ہے یا وہ جو سیدھا چلتا ہے، سیدھے راستے پر؟"

علیٰ صراط المستقیم / الیٰ صراط المستقیم

علامہ طالب جوہری نے ایک بار مجلس پڑھی، جس میں انہوں "الی صراط المستقیم" اور "علی صراط المستقیم" کا فرق سمجھانے کی کوشش کی۔

اور دلیل دی کہ "علی صراط المستقیم" پر قرآن کی رو سے صرف دو ہی ہستیاں ہیں، ایک نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، اور دوسرا وہ شخص جس کا ذکر سورہ نحل آیت 76 میں بھی آیا۔

جبکہ ان کے علاوہ ہر پیغمبر حتیٰ کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام جیسے جلیل القدر نبی کے لیے بھی "الی صراطِ مستقیم" آیا ہے۔

اِنَّ اِبۡرٰهِيۡمَ كَانَ اُمَّةً قَانِتًا لِّلّٰهِ حَنِيۡفًا ؕ وَلَمۡ يَكُ مِنَ الۡمُشۡرِكِيۡنَ ۙ‏ ١٢٠ (نحل)
بے شک ابراہیم ایک الگ امت تھا، اللہ کا فرماں بردار، اور اس کی طرف یکسو، اور وہ شرک کرنے والوں میں سے نہ تھا۔

شَاكِرًا لِّاَنۡعُمِهٖ‌ؕ اِجۡتَبٰهُ وَهَدٰٮهُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسۡتَقِيۡمٍ ۱۲۱ (نحل)
وہ اس کی نعمتوں کا شکر کرنے والا تھا خدا نے اس کو چن لیا اور سیدھے راستے کی "طرف" اس کی رہنمائی کی۔

ایک صحابی عبداللہ ابن مسعود نے رسول اللہ سے پوچھا، یا رسول اللہ آپ تو "علی صراطِ مستقیم" (صرط مستقیم پر) ہیں۔ پر قرآن کی ایک اور آیت آتی ہے، جو کہتی ہے:

6- وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلاً رَّجُلَيۡنِ اَحَدُهُمَاۤ اَبۡكَمُ لَا يَقۡدِرُ عَلٰى شَىۡءٍ وَّهُوَ كَلٌّ عَلٰى مَوۡلٰٮهُ ۙ اَيۡنَمَا يُوَجِّههُّ لَا يَاۡتِ بِخَيۡرٍ‌ؕ هَلۡ يَسۡتَوِىۡ هُوَ‌ۙ وَمَنۡ يَّاۡمُرُ بِالۡعَدۡلِ‌ۙ وَهُوَ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسۡتَقِيۡمٍ ۷٦ (نحل، 16:76)
اور اللہ دو مردوں کی مثال بیان کرتا ہے، جن میں سے ایک گونگا ہے، کوئی کام نہیں کرسکتا اور وہ اپنے آقا (ومولا) پر ایک بوجھ ہے وہ اس کو جہاں بھیجتا ہے وہ کوئی کام درست کرکے نہیں لاتا کیا وہ اور ایسا شخص برابر ہوسکتے ہیں جو انصاف کی تعلیم دیتا ہے اور وہ ایک سیدھی راہ پر ہے۔

صحابی نے پوچھا ایک آپ ہیں، صراطِ مستقیم "پر"، سورہ یٰس نے بتا دیا، اور ایک اور ہے جس کا ذکر اس آیت میں ہے، یہ کون ہے؟ اتنے میں حضرت علی کے گھر کا دروازہ کھلا، اور علی باہر نکلے، ... تو جیسے ہی علی نکلے، ابن مسعود (رض) نے دیکھا علی کی طرف دیکھا، اور پھر مڑے رسول کی طرف۔ (کہ یا رسول اللہ وہ دوسرا کون ہے؟)، مسکرا کر فرما رہے ہیں، دیکھ بھی رہے ہو اور پوچھ بھی رہے ہو۔ (1. حوالہ ویڈیو)، (2. حوالہ ویڈیو)، (3. صراطِ مستقیم اور ابلیس)

- **سیدھی راہ، راہِ خدا ہے۔**
- **اِنَّ رَبِّيۡ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسۡتَقِيۡمٍ ٥٦ (ھود، 11:56)**

- **سیدھی راہ، راہِ انبیاء ہے۔**
- **اِنَّكَ لَمِنَ الۡمُرۡسَلِيۡنَۙ ٣عَلٰى صِرَاطٍ مُّسۡتَقِيۡمٍؕ ٤ (یٰس، 36:4)**

- **سیدھی راہ، بندگی خدا کی راہ ہے۔**
- **وَّاَنِ اعۡبُدُوۡنِىۡ ؕ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسۡتَقِيۡمٌ ٦١ (یٰس، 36:61)**

- **سیدھی راہ، خدا پر توکل اور بھروسہ کی راہ ہے۔**
- **وَمَنۡ يَّعۡتَصِمۡ بِاللّٰهِ فَقَدۡ هُدِىَ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسۡتَقِيۡمٍ (العمران، 3:101)**

- **سیدھی راہ، ایک خدا کی عبادت اور اسی سے مدد چاہنے کی راہ ہے۔**
- **(اس بنا پر کہ الصراط میں الف لام پہلی والی آیت میں یکتا پرستی کے راستے ہی کی طرف اشارہ ہے۔)**

- **سیدھی راہ، کتابِ خدا ہے۔**
- **(تفسیر مجمعل بیان میں ذکر ہونے والی ایک روایت کے مطابق، ج1، ص58)**

- **سیدھی راہ، سالم فطرت کی راہ ہے۔**
- **(تفسیر صافی میں امام صادق علیہ السلام سے ذکر ایک روایت کے مطابق، ج1، ص86)**
(تفسیر نور)

صِرَاطَ الَّذِیۡنَ اَنۡعَمۡتَ عَلَیۡہِمۡ ۬ۙ غَیۡرِ الۡمَغۡضُوۡبِ عَلَیۡہِمۡ وَ لَا الضَّآلِّیۡنَ ٪﴿۷﴾

راستہ ان لوگوں کا جن پر تو نے انعام و احسان کیا نہ ان کا (راستہ) جن پر تیرا قہر و غضب نازل ہوا، اور نہ ان کا جو گمراہ ہیں۔

(محمد حسین نجفی)

(النساء، 4:69)

وَمَن يُطِعِ ٱللَّهَ وَٱلرَّسُولَ فَأُوْلَـٰٓئِكَ مَعَ ٱلَّذِينَ أَنْعَمَ ٱللَّهُ عَلَيْهِم مِّنَ ٱلنَّبِيِّـۧنَ وَٱلصِّدِّيقِينَ وَٱلشُّهَدَآءِ وَٱلصَّـٰلِحِينَ ۚ وَحَسُنَ أُوْلَـٰٓئِكَ رَفِيقًۭا

"اور جو اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے، تو ایسے لوگ اُن کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ نے انعام فرمایا: یعنی انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین۔ اور یہ کیا ہی اچھے رفیق ہیں!"

(البقرة، 2:61)

فَبَآءُوا۟ بِغَضَبٍۢ مِّنَ ٱللَّهِ ۗ ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ كَانُوا۟ يَكْفُرُونَ بِـَٔايَـٰتِ ٱللَّهِ

"تو وہ اللہ کے غضب کے مستحق بنے۔ یہ اس لیے کہ وہ اللہ کی آیات کا انکار کرتے تھے۔"

(المائدة، 5:60)

وَمَن يَلْعَنِ ٱللَّهُ فَلَن تَجِدَ لَهُۥ نَصِيرًا

"جس پر اللہ لعنت کرے، اس کا کوئی مددگار نہ ہوگا۔"

انعمت علیھم

📖 جن سے محبت کرنا اور اسوہ بنانا مقصود ہے، وہ انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین ہیں اور یہی معیار اطاعت ہیں۔

چنانچہ ارشاد الٰہی ہے:

وَ مَنۡ یُّطِعِ اللّٰہَ وَ الرَّسُوۡلَ فَاُولٰٓئِکَ مَعَ الَّذِیۡنَ اَنۡعَمَ اللّٰہُ عَلَیۡہِمۡ مِّنَ النَّبِیّٖنَ وَ الصِّدِّیۡقِیۡنَ وَ الشُّہَدَآءِ وَ الصّٰلِحِیۡنَ ۚ وَ حَسُنَ اُولٰٓئِکَ رَفِیۡقًا ﴿۴ نساء : ۶۹﴾

اور جو اللہ اور رســول کی اطاعت کرے وہ ان انبیاء، صــدیقین، گواہوں اور صــالحین کے ســاتھ ہو گا جن پر اللہ نے انعام کیا ہے اوریہ لوگ کیا ہی اچھے رفیق ہیں۔

مغضوب و ضالین

📖 مغضــوب علیھم ســے نفرت اور برائت اختیار کرنے کے بارے میں ارشاد ہوا ہے:

یٰۤاَیُّہَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا لَا تَتَوَلَّوۡا قَوۡمًا غَضِبَ اللّٰہُ عَلَیۡہِمۡ (۶۰ ممتحنہ:۱۳)

اے ایمان والو! اس قوم سے دوستی نہ رکھو جس پر اللہ غضبناک ہوا ہے۔

اور ضالین کے بارے میں دوسری جگہ ارشاد فرمایا:

قَالَ وَ مَن یَّقنَطُ مِن رَّحمَۃِ رَبِّہٖۤ اِلَّا الضَّآلُّونَ ﴿۱۵ حجر : ۵۶﴾

اپنے رب کی رحمت سے تو صرف گمراہ لوگ ہی مایوس ہوتے ہیں۔

(تفسیر کوثر)

📖 ہدایت کا ایک درجہ یہ بھی ہے کہ ســیدھا راســتہ بتادیا جائے۔ ہدایت کا دوسـرا درجہ یہ ہے کہ سـیدھا راسـتہ دکھا دیا جائے‘ اور ہدایت کا آخری مرتبہ یہ ہے کہ انگلی پکڑ کر ســیدھے راســتے پر چلایا جائے ‘ جیسے بچوں کو لے کر آتے ہیں۔

اب آگے اس صراط مستقیم کی بھی وضاحت ہے‘ اور یہ وضاحت دو طرح سـے ہے۔ صـراط مسـتقیم کی وضـاحت ایک مثبت انداز میں اور ایک منفی انداز میں کی گئی ہے۔

مثبت انداز یہ ہے کہ صِــرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ "اے اللہ ! ان لوگوں کے راستہ پر ہمیں چلا جن پر تو نے اپنا انعام نازل فرمایا۔
منفی انداز یہ اختیار فرمایا : غَيْرِ الْمَغْضُــوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّــآلِّيْنَ "نہ ان پر تیرا غضب نازل ہوا اور نہ ہی وہ گمراہ ہوئے"۔

جو لوگ صراط مستقیم سے بھٹک گئے وہ دو قسم کے ہیں۔
ان میں فرق یہ ہے کہ جو شـرارت نفس کی وجہ سـے غلط راسـتہ پر چلتا ہے اس پر اللہ کا غضــب نازل ہوتا ہے' اور جس کی نیت تو غلط نہیں ہوتی' لیکن وہ غلو کر کے جذبات میں آکر کوئی غلط راستہ اختیار کرلیتا ہے تو وہ ضالّ گمراہ ہے۔
چناچہ "مَغْضُــوْب عَلَيْهِمْ" کی سـب سـے بڑی مثال یہود ہیں کہ اللہ کی کتاب ان کے پاس تھی ' شــریعت موجود تھی ' لیکن شــرارت نفس اور تکبر کی وجہ ســے وہ غلط راســتہ پر چل پڑے۔
جبکہ نصاریٰ "ضَآلِّيْن" ہیں ' انہوں نے حضرت مسیح علیہ السلام کے بارے میں صرف غلو کیا ہے۔ (اسرار احمد)

📖 (109) مجمع البیان کی ایک روایت کا مفہوم یہ ہے کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ سلم نے فرمایا:
"مغضوب علیھم" سے یہود، اور "ضالین" سے نصارٰی مراد ہیں۔
(نورالثقلین)

📖 **ایک تفسیر یہ ہے کہ "المغضوبِ علیھم" سے مراد یہود ہیں، جن کا ذکر قرآن میں دوسری جگہ ان الفاظ میں ہے کہ:**

اللّٰهِ ؕ مَنۡ لَّعَنَهُ اللّٰهُ وَغَضِبَ عَلَيۡهِ وَجَعَلَ مِنۡهُمُ الۡقِرَدَةَ وَالۡخَنَازِيۡرَ وَعَبَدَ الطَّاغُوۡتَ ؕ اُولٰٓـئِكَ شَرٌّ مَّكَانًا وَّاَضَلُّ عَنۡ سَوَآءِ السَّبِيۡلِ ٦٠ (مائدہ، 5:60)

وہ جن پر خدا نے لعنت کی، جن پر اُس کا غضب ٹوٹا، جن میں سے بندر اور سُور بنائے گئے، جنھوں نے طاغوت کی بندگی کی۔ ان کا درجہ اور بھی زیادہ بُرا ہے اور وہ سَوَاءُ السّبیل سے بہت زیادہ بھٹکے ہوئے ہیں"۔

اور "الضالین" سے مراد نصارٰی ہیں جن کا ذکر ان الفاظ میں آیا ہےکہ:

الۡحَقِّ وَلَا تَتَّبِعُوۡۤا اَهۡوَآءَ قَوۡمٍ قَدۡ ضَلُّوۡا مِنۡ قَبۡلُ وَاَضَلُّوۡا كَثِيۡرًا وَّضَلُّوۡا عَنۡ سَوَآءِ السَّبِيۡلِ ۝ ٧٧ (مائدہ، 5:77)

اور ان لوگوں کی نفسانی خواہشوں کی پیروی نہ کرو جو پہلے سے بہک چکے ہیں اور بہتوں کو بہکا بھی چکے ہیں اور سیدھی راہ سے ہٹ گئے ہیں۔

ممکن ہے کہ براہ راست تنزیلی طور پر یہ جماعتیں مقصودِ کلام ہوں اور تبعا ہر جماعت کے ساتھ تمام افراد ملحق ہوں جو صفات مٰں ان کے ساتھ شریک ہیں۔ (تفسیر فصل الخطاب)

⊙ **یہ آیت ہمیں روزانہ خود احتسابی پر مجبور کرتی ہے: کیا ہم انعام یافتہ لوگوں میں سے ہیں؟ یا گمراہوں جیسی زندگی گزار رہے ہیں؟**

ابجد و حساب

- اس سورة میں ایک رکوع، 7 آیات، اور 33 الفاظ ہیں *(اگر "بسم" میں "ب" اور "اسم" الگ الگ کائونٹ کریں، اور "لِلّہ" میں "لِ" اور "اللہ" الگ کائونٹ کریں، اور "ولا" میں "و" اور "لا" الگ الگ کائونٹ کریں)۔*

اور 143 حروف ہیں۔ جس میں "بسم اللہ الرحمن الرحیم" کے 19 حروف شامل ہیں ہیں۔ اور کل 143 حروف کی ابجدی ویلیو "10111" بنتی ہے۔

کچھ مفسرین نے سورہ حمد کے 123 حروف بتائیں ہیں، جو کہ غلط ہے۔ انہوں نے "بسم اللہ" کو کاٹ کر یہ کائونٹنگ کی ہے، اور اس طرح بھی (124=19-143) یہ 124 حروف بنتے ہیں۔

آیت	حروف	ابجد
1|1|بسم الله الرحمن الرحيم	19	786
1|2|الحمد لله رب العالمين	18	582
1|3|الرحمن الرحيم	12	618
1|4|مالك يوم الدين	12	242
1|5|إياك نعبد وإياك نستعين	19	836
1|6|اهدنا الصراط المستقيم	19	1037
1|7|صراط الذين أنعمت عليهم غير المغضوب عليهم ولا الضالين	44	6010
	143	**10111**

- **یہ بات قابلِ غور ہے کہ دو آیات کے حروف 12 12، اور تین آیات کے حروف 19 19 19 ہیں۔ اور 1 سے 6 آیات تک کے حروف جمع کریں تو یہ کل 99 حروف بنتے ہیں (آخری آیات نکال کر)**